Tauseeq, Volume. 1, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: : https://doi.org/10.37605/tauseeq.v1i2.12
Received: 10-10-2020
Accepted: 15-10-2020
Published: 31-12-2020

تہذیب کیا ہے؟ تہذیب کے عناصرِ ترکیبی

(What is Civilization? Synthetic Elements of Civilization)

•اعجاز الرحمان

Abstract:

If we look at the lifestyle of all the creatures on the planet, then human life is unique from the lifestyle of all creatures. No other creature is equal to the way of life and manners of the man. The main reason for this is that all the other creatures live according to their material consciousness (density). There is only man on earth who formulates most of the rules of living using this material consciousness as well as his will and power of speech. It is these principles of life that bring the man to the brink of civilization. Civilization is the characteristics that bring the man to the position of imam of the creatures on the earth. The article under reviews discuses research on civilization and its structural elements.

Keywords: civilization, culture, instruments, "Hazzabaho","Aslaha", will power, power of speech.

انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے زندگی گزارنے کے طور طریقوں میں خوب سے خوب تر کی تلاش کو جاری رکھا ہے۔یہ ہر قدم پر یہ چاہتا آیا ہے کہ اس زندگی کے اطوار دیگر لوگوں سے نمایاں اور انفرادی ہوں۔اس انفرادیت پسندی نے انسان کو تہذیب کے میدان میں لا کھڑا کیا اور اس تہذیبی دوڑنے پتھر سے کانسے اور کانسے سے لوہے کے دور میں داخل کر کے آج کے مہذب انسان کا روپ عطا کر دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تہذیب ہے کیا چیز جس کی بحث زندگی کے ہر شعبے میں ملتی ہے۔فرہنگِ آصفیہ میں تہذیب کے معنی یہ بتائے گئے ہیں:

"تہذیب(ع۔اسم مونث)(۱) آراستگی،صفائی،پاکی درستگی،اصلاح(۲)شائستگی،خوش اخلاقی،اہلیت،لیاقت،آدمیت، تربیت،انسانیت"۔(1)

ان تمام معنوں کو اگر دیکھا جائے تو سب انسانی زندگی سے ہی وابستہ ہیں۔ان میں مادیت و روحانیت دونوں عناصر باہم متصل نظر آتے ہیں۔ آراستگی و صفائی یا پاکیزگی و درستی کو دیکھیں تو انسان اور اس کے جسم و روح سے متعلق معاملات کی اصطلاحات ہیں۔

تہذیب کے معنوں کی مزید وضاحت فیروز اللغات اردو جامع میں یوں ملتی ہے:

تہذیب:(ع،ا،مث)(۱) آراستگی،صفائی،اصلاح(۲) شائستگی،خوش اخلاقی"۔(2)

---

* ایم فل سکالر،ہزارہ یونیورسٹی،مانسہرہ

دونوں مرتبین نے تہذیب کے لغوی معنی ایک ہی طرح کے بتائے ہیں۔ان معنوں کو سامنے رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ تہذیب اس ذہنی و فکری کارکردگی کا نام ہے جس سے انسانی زندگی کے ظاہری پہلوؤں کی اصلاح اور درستگی ہوتی ہے۔زندگی کے ہر شعبے میں آراستگی، اصلاح، اور درستی کا نام تہذیب ہے۔خواہ اس کا تعلق روح سے ہو یا مادے سے۔تہذیب کی جڑیں 'باطن' میں ہوتی ہیں اور اس کا اظہار 'ظاہر' میں ہوتا ہے۔لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ باطن کی تسکین کے لیے ظاہر میں سامنے آنے والے افعال و اعمال اگر اس ضرورت کو پورا کرسکیں تو یہ تہذیب ہے۔تہذیب کی وضاحت میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"عربی زبان میں تہذیب کے لغوی معنی ہیں درخت تراشنا، کاٹنا اور اس کی اصلاح کرنا۔فارسی زبان میں اس لفظ کے معنی ہیں آراستن و پیراستن، پاک و درست و اصلاح نمودن۔یہ لفظ مجازی معنوں میں شائستگی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔جس میں خوش اخلاقی، اطوار، گفتار و کردار کی شائستگی شامل ہے"۔(3)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق جو درخت کی کانٹ چھانٹ کے معنی سامنے آتے ہیں، یہ تہذیب کی مکمل وضاحت کرتے ہیں۔درخت "زندگی" ہے اور زندگی کے بُرے پہلوؤں کو ختم کرکے اچھے پہلوؤں کو نکھارنا اور ان کی اصلاح کرنا درحقیقت تہذیب ہے۔

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔عرب "ہَذَبَہٗ" بولتے ہیں جس کے معنی عربی زبان میں "اَصلَحَ" کے لیے جاتے ہیں، یعنی "اس کی اصلاح کی"۔ اگر معنوں پر غور کیا جائے تب بھی یہی مطلب سامنے آتا ہے کہ زندگی اور زندگی کے متعلقات کی اصلاح تہذیب ہے۔تہذیب کی وضاحت احسان اکبر یوں کرتے ہیں:

"تہذیب سے ہم کسی ایک نوع کی تقسیم میں آنے والے انسانوں کی وسیع علمی، فنی، فکری، سائنسی کارناموں کا، جہاں اقدار و کردار کے نظاموں کی وسعت اور مدنیت کی نفاستوں اور لطافتوں کے قرینے مراد لے رہے ہوتے ہیں"۔(4)

احسان اکبر نے اپنے بیانیے میں تہذیب کا لفظ ایک خاص نوع کے لیے مخصوص کردیا ہے۔اس سے مراد یہ لی جاسکتی ہے کہ تہذیب ایک خاص نوع یا گروہ جسے عام لفظوں میں "قوم" یا "معاشرہ" بھی کہا جاسکتا ہے، کے ظاہری خدوخال اور طرزِ زندگی کا نام ہے۔جب تہذیب کو قوم کے ساتھ منسوب کردیا گیا تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ہر قوم اپنی الگ الگ اور انفرادی تہذیبی خصوصیات رکھتی ہے۔یہی تہذیبی خصوصیات دنیا میں اس قوم کی پہچان بنتی ہیں۔احسان اکبر نے آگے چل کر "مدنیت" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے 'تمدن' کو بھی تہذیب میں شامل کیا ہے۔اس طرح ان کی وضاحت تکمیل کی طرف سفر طے کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ تہذیب اس طرزِ معاشرت کا نام ہے جس کا تعلق ہمارے ظاہر سے ہے۔کردار، اخلاق، گفتار، اٹھنا بیٹھنا، رسم و رواج اور ہر طرح کے افعال و اعمال جو ایک گروہِ انسان کو دوسرے گروہ سے ممتاز کرتے ہیں وہ تہذیب ہے۔اس کی وضاحت ڈاکٹر جمیل جالبی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے:

"اگر ان معنوں پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ لفظ 'تہذیب' ان چیزوں سے تعلق رکھتا ہے جس کا تعلق ہمارے 'ظاہر' سے ہے۔انسان جس طور پر اپنی معاشرت اور اخلاق کا اظہار کرتا ہے وہ اس کی تہذیب ہے"۔(5)

تہذیب کا لفظ اکیلا نہیں ہے۔جب کسی قوم یا معاشرے کی تہذیب پر بات کی جاتی ہے تو اس سے مراد اس معاشرے کی ثقافت، اس کا کلچر، اس کا تمدن اور دیگر تمام تر عوامل ہوتے ہیں جن سے وہ گروہ دیگر لوگوں سے ممتاز حیثیت اختیار کرجاتا ہے۔اگر تہذیب کو مزید کھول کر دیکھا جائے تو اس سے قریب ترین اور یوں کہنا درست ہوگا کہ اس سے متصل دوسری اصطلاح 'ثقافت' ہے۔انگریزی زبان میں ثقافت کے لیے "Culture" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ثقافت اور تہذیب ظاہری معنوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے الفاظ ہیں مگر ان میں قلیل سا فرق موجود ہے جو دونوں

اصطلاحات کو جدا کر رہا ہے۔ ثقافت کا تعلق ذہنی و فکری عوامل سے ہے۔ انسان کے باطن میں پیدا ہونے والے احساس و جذبات اور علوم و فنون و ادبیات کے ساتھ ثقافت منسلک ہے۔ ثقافت کی مزید وضاحت ڈاکٹر جمیل جالبی کے اس بیان سے ہوتی ہے:

> "لسان العرب میں اس کے معنی بتائے گئے ہیں کہ علوم و فنون و ادبیات پر قدرت و مہارت، کسی چیز کو تیزی سے سمجھ لینا اور اس میں مہارت حاصل کرنا، سیدھا کرنا۔ گویا یہ لفظ ان چیزوں سے تعلق رکھتا ہے جن کا تعلق ہمارے ذہن سے ہے"۔(6)

مغرب میں تہذیب کے لیے "Civilization" اور ثقافت کے لیے "Culture" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تیسری اصطلاح نہیں ہے۔ البتہ مشرق میں ہمارے ہاں معاشرے کے تمام خدوخال کی وضاحت اور اس کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لیے چار اصطلاحات مستعمل ہیں۔ تہذیب، تمدن، ثقافت اور کلچر۔ انگریزی میں تہذیب و تمدن کے لیے "سولزیشن" اور ثقافت اور کلچر کے لیے "کلچر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

کلچر کا لفظ اردو میں کبھی ثقافت ہی کے معنی دیتا ہے اور کبھی اس سے جدا معنی بھی اختیار کر لیتا ہے۔ البتہ بیشتر مقامات پر ایک جیسے معنی رکھنے کے سبب اسے ثقافت ہی کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کلچر کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایک جگہ لکھا ہے:

> "کلچر اس کُل کا نام ہے جس میں مذہب و عقائد، علوم و اخلاقیات، معاملات و معاشرت، فنون و ہنر، رسم و رواج، افعالِ ارادی ور قانون، صرفِ اوقات اور وہ ساری عادتیں شامل ہیں جن کا انسان معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے اکتساب کرتا ہے، جن کے برتنے سے معاشرے کے متضاد و مختلف افراد اور طبقوں سے اشتراک و مماثلت، وحدت و یکجہتی پیدا ہوتی ہے"۔(7)

کلچر کی وضاحت میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایک طرف اس کی حدیں ثقافت سے جوڑی ہیں اور دوسری طرف تہذیب سے۔ مگر کلچر کی مکمل وضاحت موجود ہے۔ اس بیانیے میں اشتراک و تضاد جو ان تینوں اصطلاحات میں ہے، واضح کر دیا ہے۔ کلچر کا تعلق عموماً ہمارے عقائد و نظریات سے ہے۔ ثقافت کا تعلق اکتسابی بھی ہے اور ذہنی و روحانی بھی۔ تہذیب کا تعلق چونکہ ظاہر سے ہے اس لیے یہ ایک ارادی فعل ہے۔ لہٰذا یہ تینوں وضاحتیں اس بیان میں موجود ہیں۔

ثقافت یا کلچر کو اگر ایک ہی معنی دے دیے جائیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ عقائد و نظریات کا تعلق جو کلچر کے ساتھ جڑا نظر آتا ہے وہی ثقافت کا بھی خاصہ ہے۔ لہٰذا ثقافت کلچر سے مبرا اصطلاح ہے۔ اس لیے جہاں جہاں ثقافت کا لفظ آرہا ہے اس کے داخلی معنوں میں کلچر بھی موجود ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دونوں اصطلاحات میں فرق موجود ہے۔ ثقافت کے لیے پنجابی لفظ 'رہتل' استعمال کرتے ہوئے "داستانِ ثقافت" کے مصنف یوں رقمطراز ہیں:

> "انسان نے فطرت کے اس قانون کی نفی کرتے ہوئے جسے طاقتور کا قانون کہا جاتا ہے، جو بھی رہن سہن اختیار کیا، وہ کلچر یا رہتل کہلاتا ہے"(8)

اس تعریف کو اگر غور سے دیکھا جائے تو ثقافت یا تہذیب فطرت سے بغاوت میں ہی سامنے آتی ہے۔ مثلاً زمین بنجر ہے اور اس کی فطرت میں ہے کہ یہ بنجر رہے گی جب تک اس پر کوئی عمل سر زد نہ ہو۔ انسان نے بغاوت کا راستہ اپنایا اور لوہے کے اوزاروں سے اس بنجر زمین پر ایک عمارت تعمیر کر دی جس سے زمین کا نقشہ مٹ گیا اور ایک مصنوعی چیز سامنے آگئی۔ اس مصنوعی چیز کو "تمدن" کے اصطلاح میں لا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ فطرت کے ساتھ بغاوت ہوئی ہے۔

یوں فطرت کے قانون کی نفی کرتے ہوئے انسان نے جس طرح کی معاشرت اختیار کی وہ اس کی ثقافت کا حوالہ بنا۔ اپنے اسی بیان کی توثیق میں زبیر رانا مزید رقمطراز ہیں:

"رہتلی تاریخ ہمیں یہ یقین دلاتی ہے کہ جنگل کی زندگی سے لے کر آج کی معاشرت تک، جہاں بربریت کی بہت سی ماڈرن شکلیں موجود ہیں، انسان کا سفر فطرت کے اس قانون کی نفی کا سفر ہے جس کے تحت بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے"۔(9)

فطرت کے قانون کی بغاوت کے سلسلے میں انسان نے اپنے لیے جو بھی طرزِ معاشرت پسند کیا وہ اس کی تہذیب و ثقافت ہے۔ یہی تہذیب و ثقافت اس کی پہچان ہے۔ انسانی زندگی دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک مادی اور دوسرا روحانی۔ ان دونوں پہلوؤں کے اپنے اپنے مطالبات اور تقاضے ہیں۔ جب ایک انسان مادی زندگی کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو تمدن وجود میں آتا ہے۔ جب انسان لطیف جذبات و احساسات، ذہن اور روح کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ذرائع اور وسائل کا استعمال کرتا ہے تو ثقافت وجود میں آتی ہے۔ مثلاً ایک فلسفی کے افکار، شاعر کے اشعار، موسیقار کے نغمات، سب ایک انسان کے داخلی احساسات اور کیفیات کے آئینہ دار ہیں۔ گویا تمدن خارجی امور کا مظہر ہوتا ہے اور ثقافت باطنی کیفیات کا مظہر۔

تمدن کا تعلق انسانی زندگی کے مادی پہلوؤں سے ہے۔ انسان کے رہنے کے طور طریقے، اس کی خوراک، اس کے مکانات و باغات، گویا معاشرے میں رہنے کے انداز اور رنگ ڈھنگ کو تمدن کا نام دیا جاتا ہے۔ تمدن کا مادہ عربی زبان کے لفظ "مدن" سے ہے جس کا مطلب شہر بسانا ہے۔ فیروزاللغات میں تمدن کے معنی یہ بتائے گئے ہیں:

"تمدن (ع،ا،مذ): مل کر رہنے کا طریقہ، طرز معاشرت"۔(10)

تمدن کے معنی اپنی وسعت میں تہذیبی سرحد میں داخل ہو کر اسی میں ہی مدغم ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ادب یا تاریخ کی تمام کتابوں میں تہذیب و ثقافت کا نام زیادہ آتا ہے بہ نسبت تمدن اور کلچر کے۔ یہ چاروں اصطلاحات اس قدر آپس میں جڑی ہوئی ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا انتہائی مشکل ہے۔ ان کی بنیاد انسانی زندگی ہے جو کہ درخت کے تنے کا کام دیتی ہے۔ باقی چاروں کی چاروں اس کی شاخیں ہیں۔ ثقافت کا تعلق علوم و فنون اور ذہنی و روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ زود فہمی کے ساتھ بھی ہے۔ کلچر عقائد و نظریات اور ذہنی پسند و ناپسند سے تعلق رکھتا ہے۔ تمدن کا تعلق عمارات و باغات اور طرز بود و باش سے ہے۔ تہذیب ان تینوں اصطلاحات پر حاوی نظام کُل ہے جس کے اندر تمام افکار و نظریات اور نظام حیات آتا ہے۔ تہذیب چونکہ درستی ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ ثقافت، کلچر اور تمدن کی اصلاح ہی تہذیب ہے۔

ان اصطلاحات کی مزید وضاحت اس طرح ہو سکتی ہے کہ تہذیب اور تمدن کا جھکاؤ چونکہ مادیت کی طرف ہے اس لیے ان دونوں کو یکجا کر کے اہل مغرب نے ایک ہی اصطلاح کی ذیل میں لایا ہے جو کہ "سولزیشن" ہے۔ ثقافت اور کلچر کا تعلق ذہن اور روح سے ہے۔ ان دونوں کا جھکاؤ باطن کی طرف ہے اور روحانی ہے۔ اس لیے دونوں کو یکجا کر کے "کلچر" کی ذیل میں لایا ہے۔ اب یہ نکتہ واضح ہے کہ چاروں اصطلاحات بعض مقامات پر الگ الگ آتی ہیں اور بعض مقامات پر کوئی ایک اصطلاح استعمال ہوتی ہے جو باقی تمام کی نمائندگی کرتی ہے۔ 'نئی تنقید' میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"کلچر زندگی کا وہ حقیقی اور نامیاتی روپ ہے جس سے معاشرے اور فرد کا طرزِ عمل اور اندازِ فکر و نظر متعین ہوتا ہے اور جس سے زندہ معاشروں میں نئے نئے تہذیبی ادارے وجود میں آتے ہیں۔ کلچر کسی نظامِ فکر کے سایہ دار درخت کا وہ پھل

ہے جس سے کسی معاشرے کے احساسِ جمال، افادی و غیر افادی اندازِ فکر، اس کے فکر و طرزِ عمل کی خوشبو، اس کے رویوں اور ہر دم بدلتی، آگے بڑھتی، زندگی کی سمت کا پتہ چلتا ہے"۔(11)

متذکرہ بالا اقتباس میں وضاحت کلچر کی ہے مگر اس میں تہذیب و تمدن اور ثقافت کو بھی شامل کر کے چاروں اصطلاحات کا آمیزہ بنا دیا ہے۔ فکر و نظر کا تعلق کلچر سے ہے۔ طرز عمل کا تعلق تہذیب سے ہے۔ رویوں اور افادی اندازِ فکر کا تعلق تمدن سے ہے اور غیر افادی اندازِ فکر، ثقافت ہے۔ یہ چاروں وضاحتیں اس بیان میں موجود ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ محققین و مبصرین نے بعض دفعہ ایک لفظ کو استعمال کر کے ان تمام الفاظ کو اس میں سمو کر ایک ہی لباس کے اندر سب کو ایک جسم کی مانند لپیٹ لیا ہے۔ تمدن تہذیب کا مادی پہلو ہے اور ثقافت اور کلچر روحانی پہلو ہیں۔ تمدن اس وقت وجود میں آتا ہے جب تہذیب عملی اور مادی شکل اختیار کرتی ہے۔ کسی قوم کا تمدن (رہن سہن) اس کی تہذیب کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ تمدن تہذیب کا ایک پہلو ہو سکتا ہے، اس کا جزو ہو سکتا ہے، اس کی ارتقایافتہ شکل ہو سکتی ہے لیکن بذاتِ خود تہذیب نہیں۔

اسی طرح "کلچر" انگریزی لفظ ہے جس کے معنی ہل چلانا، زمین کی ذرخیزی کرنا، ہے۔ اس کے لغوی معنوں کے پیش نظر یہ کہنا درست ہے کہ کلچر وہ طرزِ عمل ہے جس کے ذریعے قوم کے رویوں اور افعال و اعمال میں ایسی درستی اور اصلاح کی جائے کہ اس میں تہذیب اپنی تمام تر خوبصورتی اور رعنائی کے ساتھ پھولے پھلے۔ کلچر مجازی معنوں میں ذہنی جلا، دانش، علم اور ایمان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کلچر میں انسان کی مادی اور روحانی، دونوں تہذیبیں شامل ہیں۔

یعنی اس میں صرف کھانا، لباس، وسائل اور گھر یا عمارات ہی نہیں بلکہ مذہب، اخلاق، فلسفہ، ادب اور حکومت بھی شامل ہے۔ ثقافت انسان کی جدوجہد اور عمل کے اس پہلو کا نام ہے جسے مالی منفعت یا مادی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس عمل سے مقصود ذہنی اور روحانی تسکین ہوتا ہے۔ ثقافت تہذیب کا باطنی پہلو ہے۔ تہذیب کی بقا ثقافت میں ہے۔ یہ ثقافت ہی ہے جو کسی تہذیب کے فنا ہونے کے بعد بھی اس تہذیب کو مجسم صورت میں دکھاتی ہے۔ ثقافت اور تہذیب میں جزوی فرق ہونے کے باوجود دونوں کے درمیان کوئی واضح خط نہیں کھینچا جا سکتا۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ انسان کی پوری معاشرت کو پہلے تین اصطلاحات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تمدن، یعنی اس خطہ میں رہنے والے لوگوں کے مکانات، باغات، کاشت کاری اور رہنے سہنے کے طور طریقے کیسے ہیں۔ کلچر، یعنی اس خطۂ ارض کے لوگوں کے عقائد و نظریات اور اندازِ فکر و نظر کیا ہیں۔ ثقافت، یعنی اس معاشرے کے لوکوں کے علوم و فنون، ذہنی افکار و تصوّرات، پسند و ناپسند، لباس و اطوار، شادی بیاہ کے طور طریقے، مہمانوازی کے اطوار، کردار و گفتار اور وہ تمام چیزیں جن کا تعلق روحانیت یا باطن سے ہے۔ ان تینوں اصطلاحات پر مشتمل ایک جامع اصطلاح تہذیب ہے جو ان تینوں سے مل کر وجود پاتی ہے۔ یعنی تمدن، ثقافت اور کلچر کی درستی اور اصلاح تہذیب ہے۔ تہذیب ایک وسیع معنی رکھنے والا لفظ ہے۔ اس میں انسان کی زندگی کے بنیادی تصوّرات، عقائد و نظریات، زندگی کا نصب العین اور تمام افعالِ ارادی جن میں انسان کا چلنا پھرنا، اندازِ گفتگو، کردار، اخلاق، آداب و اطوار، اس کے علمی، ادبی، سائنسی اور ثقافتی کارنامے، اس کی سیاست، معاشرت و معیشت سب شامل ہیں۔ گویا ایک منزل پر پہنچ کر تہذیب ان تمام الفاظ کا مجموعہ بن جاتی ہے جو اس سے الگ سمجھے جاتے ہیں۔

تہذیب کی مزید وضاحت سبط حسن کے ہاں یوں ملتی ہے:

"کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرزِ زندگی اور طرزِ فکر و احساس کا جوہر ہوتی ہے۔ چنانچہ زبان، آلات و اوزار، پیداوار کے طریقے اور سماجی رشتے، رہن سہن، فنون لطیفہ، علم و ادب، فلسفہ و حکمت، عقائد و افسوں، اخلاق و عادات، رسوم و روایات، عشق و محبت کے سلوک، اور خاندانی تعلقات وغیرہ تہذیب کے مختلف مظاہر ہیں"۔(12)

اس اقتباس میں وضاحتاً آیا ہے کہ روحانی نکات سے لے کر مادیت کی سرحدوں تک جتنے بھی معاملات آتے ہیں وہ تہذیب کا حصہ ہیں۔ بنیادی طور پر تہذیب اس طرزِ حیات کا نام ہے جو کوئی قوم یا معاشرہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ تہذیبی چناو اس معاشرے کے باشعور لوگ کرتے ہیں۔ بزرگ اور دانا لوگ اس فعل کو سرانجام دیتے ہیں اور چھوٹے آنے والے ان کی اقتدا کرتے ہیں۔ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ طور طریقے رسم بن جاتے ہیں اور بزرگوں کی یاد میں اس رسم کو ادا کرتے رہتے ہیں۔ بزرگوں کی یاد کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا نام لے کر یہ رسم ادا کرتے ہیں بلکہ ایسا سمجھ کر یہ رسمیں ادا کی جاتی ہیں کہ ہمارے بزرگ بھی ایسا کر گئے ہیں۔

سبطِ حسن کے مطابق زبان بھی تہذیب کا ایک جزو ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی قوم کی زبان اس قوم کی پہچان ہوتی ہے۔ سب سے پہلی تہذیبی پہچان زبان ہی ہے۔ اس کے بعد لباس، اطوار، رہن سہن کا طریقہ اور مذہبی عقائد آتے ہیں۔

جغرافیائی اعتبار سے ہر خطۂ ارض پر رہنے والے لوگوں کی تہذیب و ثقافت جدا ہوتی ہے۔ مذہبی رجحانات تو بے شک یکساں ہوں مگر معاشرتی طرزِ زندگی سب کا یکساں نہیں ہوتا۔ جہاں تک اچھائی اور برائی کا تعلق ہے تو اس کا انحصار اس قوم یا معاشرے پر ہے۔ ایک چیز ایک معاشرے میں اچھی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے تو دوسرے معاشرے میں وہی چیز برائی کی نظر سے بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ اچھی چیز پوری دنیا کے لیے اچھی ہو اور بری چیز پوری دنیا کے لیے بری۔ اچھائی اور برائی کا انحصار اس خاص معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے طرزِ فکر و احساس پر ہوتا ہے۔

مثلاً یورپ میں عورت کا نیم عریاں ہونا کوئی برائی نہیں ہے۔ مگر مشرقی ممالک میں بالخصوص اسلامی معاشرے میں یہ ایک برائی ہے۔ اسی طرح یورپ میں ماں باپ یا بوڑھوں کے لیے "اولڈ ہاوس" کا تصور برائی نہیں ہے وہاں کے طرزِ فکر میں یہ اچھائی ہے مگر اسلامی ممالک میں یہ ایک قبیح رسم ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اچھائی اور برائی کا تصور اس قوم یا معاشرے کے باشعور اور بزرگ لوگوں کے طرزِ فکر و احساس پر مبنی ہے۔ تہذیب پر بحث کرتے ہوئے عطش درانی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"عام طور پر تہذیب سے مراد سلیقہ، ادب، تعلیم اور رکھ رکھاؤ لیے جاتے ہیں۔ گویا جب ایک وحشی شخص اپنی ثقافت (طرزِ زندگی) کو باسلیقہ، باادب یا تعلیم یافتہ بنالیتا ہے تو وہ تہذیب میں داخل ہو جاتا ہے۔ اصطلاحاً تہذیب میں تحریر کا استعمال، شہروں کا وجود، سیاسی ردو بدل اور پیشہ ورانہ تخصیص شامل ہے"۔(13)

عطش درانی نے بھی بڑے ہی آسان الفاظ میں یہ واضح کیا کہ ثقافت، تمدن یا کلچر کو باسلیقہ، باادب اور اپنی پسند کے مطابق ڈھال لینا تہذیب ہے۔ اہلِ یورپ نے اپنی ثقافت میں جو لباس پسند کر رکھا ہے یا جو کھانے پسند کیے ہیں جو ان کی معاشرت کے مطابق ٹھیک ہیں اور مقبولِ عام کی سند

رکھتے ہیں وہ ان کی تہذیب ہے۔ جو اخلاقیات، رکھ رکھاؤ، لباس و پاشاک، مشرق والوں نے اپنے لیے پسند کر رکھے ہیں یہ ان کی تہذیب ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو کوئی معاشرہ اپنے لیے پسند کرے اور پھر اس پر عمل پیرا ہو کر زندگی بسر کرے وہ تہذیب ہے۔

ایک تہذیب کے مٹنے اور دوسری کے پروان چڑھنے کے پیچھے کار فرما وہ عوامل ہوتے ہیں جنہیں تہذیب کے عناصر ترکیبی کہا جاتا ہے۔

تہذیب کے عناصرِ ترکیبی یہ ہیں:

ا۔ طبعی یا جغرافیائی حالات

تہذیب کی تشکیل میں طبعی یا جغرافیائی حالات کا بڑا عمل دخل ہے۔ یہ جغرافیہ جب تک قائم رہتا اس کے اندر رہنے والے انسانوں کی زندگی اسی طرح متواتر چلتی رہتی ہے۔ جیسے ہی وہ جغرافیہ تبدیل ہو جائے تو طرزِ زندگی میں بھی فرق آ جاتا ہے۔ یہ جغرافیہ قدرتی آفات تبدیل کرتی ہیں۔ جیسا کہ قدیم سندھی اور گندھارا کی تہذیب کا مٹنا اور اس پر ایک نئی ہندوستانی تہذیب کا بننا جغرافیائی تغیرات کی وجہ سے ہے۔ سبط حسن اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "تہذیب کی تشکیل و تعمیر میں طبعی حالات کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ یعنی ہر تہذیب کا اپنا ایک جغرافیہ ہوتا ہے۔ اس کے دریا اور پہاڑ، جنگل اور میدان، پھل پھول اور سبزیاں، چرند پرند، آب و ہوا اور موسم یعنی اس کا خارجی ماحول، اس کے طرز عمل، ذریعہ معاش، رہن سہن، خوراک و پوشاک، مزاج و مذاق، اخلاق و عادات، جذبات و احساسات، غرضیکہ اس علاقے کے انسانوں کی زندگی کے ہر پہلو پر گہرا اثر ڈالتا ہے"۔(14)

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح کے طبعی خد و خال ہوں گے ایسا ہی اس جغرافیے کے اندر آنے والے لوگوں کا طرزِ عمل ہو گا۔ پہاڑوں میں رہنے والوں کی زندگی صحرائی یا میدانی علاقوں میں رہنے والے لوگوں سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ تہذیب کا یہ اختلاف دراصل جغرافیے کے وجہ سے ہی ہے۔ اسی طرح بارانی علاقوں کے لوگوں کی زندگی اور بنجر علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی زندگی میں خوراک و پوشاک کا بہت بڑا فرق موجود ہوتا ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ طبعی حالات تہذیب کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

۲۔ آلات و اوزار

اگر تہذیب کا تاریخی مطالعہ کیا جائے تو پتھر سے کانسے اور کانسے سے لوہے کی تہذیب کا یہ تبادلہ دراصل آلات و اوزار کی مدد سے ہی ہوا۔ انسانی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں اوزاروں کی وجہ سے آئیں۔ ایک زمانہ تھا جب مشینری نہیں تھی۔ لوگ ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور اتنی مقدار میں فصلیں نہیں اگا سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ مشینری نے دخل اندازی کی اور مشینوں نے کھیتوں کا رخ کیا تو ثقافت کا دھارا یکسر بدل گیا۔ جب پتھر کے زمانے میں قلم کاغذ نہیں تھا تو زمین پر نقشے بنا کر لوگ ایک دوسرے کو اپنے احساسات و جذبات سے آگاہ کرتے تھے۔ قلم نے آتے ہی زمانے کے پورے رخ کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ جب چھری نہیں آئی تھی تو گوشت کھانا اور سبزیاں کاٹ کر پکانا انتہائی مشکل امر تھا۔ لوہے کے اس اوزار نے

کھانے پکانے کے نظام کو ہی تبدیل کر دیا۔ اسی طرح لڑائی کے اوزار اور زندگی گزارنے کے لیے ضروری اوزاروں کی وجہ سے تہذیب میں واضح تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

یہ تبدیلیاں اس بات کا ثبوت ہے کہ آلات و اوزار تہذیب کے عناصر ترکیبی میں انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ سبط حسن اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"دراصل تہذیب کی عمارت کا مدار آلات و اوزار پر ہے اور انسانی تہذیب کی ترقی آلات و اوزار کی ترقی پر ہی منحصر ہوتی ہے۔ جس قسم کے آلات و اوزار ہوں گے تہذیب بھی اسی قسم کی ہو گی"۔(15)

سبط حسن کے مطابق تو پوری تہذیب کا دار و مدار ہی اوزاروں پر ہے۔ صرف اوزار ہی نہیں بلکہ اور بھی چند ایک عوامل ہیں۔ البتہ یہ اوزاروں کی اہمیت ہے جس کو واضح کرنے کے لیے سبط حسن نے ایسا کہا ہے۔ یہ درست ہے کہ تہذیب کی بناوٹ میں اوزار انفرادی خصوصیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ میدانی علاقوں میں جدید سہولیات موجود ہیں۔ زمینوں میں ہل چلانے کے لیے ٹریکٹر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس پہاڑی علاقوں میں جہاں ٹریکٹر کی سہولت موجود نہیں وہاں آج بھی لوہے اور لکڑی سے بنے ہل بیلوں کے پیچھے باندھ کے ہل چلایا جاتا ہے۔ اس ایک اوزار کی تبدیلی کے ساتھ اگر میدانی اور پہاڑی علاقوں کا طرز بود و باش دیکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق موجود ہے۔ عبدالحمید وانی 'تاریخ پاکستان میں لکھتے ہیں:

"انسان اوزار ساز ہونے پر مجبور ہے۔ انہی اوزاروں کی مدد سے اور ان کے ارتقا سے ہم زمانہ قبل از تاریخ کے انسان کا، اس کے خیالات اور اعمال کے ارتقا کا، قدرت کے خلاف اس کی جدوجہد کا اور اپنے لیے بہتر ماحول پیدا کرنے اور سہولت فراہم کرنے کا۔۔۔ مختصر یہ کہ اس کی پوری تہذیبی تشکیل کا سراغ لگاتے ہیں چنانچہ قدیم انسان کے بارے معلومات کا بنیادذریعہ اوزار ہوتے ہیں"۔(16)

ایک تہذیب میں جس طرح اوزاوں میں تبدیلی آتی ہے اسی طرح ان کی معاشرت بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ طور طریقے تبدیل ہوتے ہیں۔ جدید دور میں سائنس نے تو تہذیبی تبدیلیوں کی بھرمار کر دی ہے جہاں پرانی تہذیب کے کچھ نقوش تو یکسر مٹ چکے ہیں۔ سائنسی ایجادات کے عوض جو تہذیبی تبدیلیاں آئیں وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اوزاروں کی آمد سے تہذیب متاثر ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ پتھر کے زمانے میں جن اوزاروں سے کام لیا جاتا تھا اس سے اگلے یعنی کانسے کے دور میں جو تہذیبی تبدیلیاں آئیں وہ اوزاروں کی وجہ سے تھیں۔ کانسے کے دور کے واضح نقوش وادیٔ سندھ (موہنجوداڑو اور ہڑپہ) میں ملتے ہیں۔ اس طرح تہذیب کے عناصرِ ترکیبی میں اوزار ایک لازمی جزو کا کام دیتے ہیں۔

۳۔ نظام فکر و احساس

تہذیب کی بنت میں نظامِ فکر و احساس ایک اہم جزو ہے۔ کسی قوم یا خطے کے لوگوں کے ذہنی افکار اور ان کے احساسات یا تصوّرات و نظریات کس قسم کے ہیں؟ اس کا اظہار تہذیبی صورت میں ہوتا ہے۔ قوم یا خطے کے باشعور لوگ اس نظام کو ترتیب دیتے ہیں اور باقی تمام افراد اس

کے مطابق ہی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی قوم یا خطے کے نظامِ فکر واحساس میں یہ قباحت نہیں ہے کہ عورتیں گھر سے باہر کا کام سنبھالیں اور محنت مزدوری کر کے گھر کے اخراجات پورے کریں تو اس معاشرے کے تمام افراد اس بات میں کوئی برائی نہیں سمجھیں گے۔ یہ ایک تہذیب بن جاتی ہے کہ عورتیں مردوں کی طرح باہر محنت مزدوری کر رہی ہیں۔ دوسری طرف جن معاشروں کے نظامِ فکر واحساس میں یہ شامل ہے کہ عورت چار دیواری کے اندر اپنے حقوق و فرائض کے تحت زندگی بسر کرے تو اس معاشرے میں اگر عورت چادر و چار دیواری کی حدوں کو پامال کر دے تو تمام لوگ برائی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ بھی اخلاقیات و اقدار کی ذیل میں آتا ہے اور تہذیب کا جزو ہے۔

نظامِ فکر واحساس کے ضمن میں تہذیب کیسے وجود پاتی ہے اس کا جواب تاریخ میں موجود ہے۔ ہندوستان کی قدیم تہذیب کو دیکھا جائے تو آریاؤں کی آمد سے قبل عورت معاشرے کا ایک معزز جزو تھی۔ عورت کو دیوی کی حیثیت حاصل تھی آریاؤں کے آنے کے بعد اپنشد فلسفہ کے تحت عورت کو کمتر سمجھا جانے لگا۔ معاشرے کی رزیل ترین چیز سمجھ کر بعد میں عقلی دلائل سے ثابت کرتے ہوئے ستی جیسی قبیح رسم وجود میں آئی اور عورت کو جیتے جی آگ میں جلنا پڑا۔ نظامِ فکر واحساس کی ایک نمایاں تبدیلی رنگ و نسل کی تقسیم کی صورت میں سامنے آئی، یہ بھی آریاؤں کے نظامِ فکر کی دین تھی۔ اس کے متعلق زبیر رانا لکھتے ہیں:

> "آریاؤں نے آکر جو نظام بنایا اُسے آریاورن یا ورد یا ورت کا نام دیا گیا۔ ورن کا مطلب رنگوں کی بنیاد پر معاشرے کی تقسیم۔ مطلب یہ ہوا کہ ان گورے لٹیروں کی آمد کے بعد معاشرے کی تقسیم رنگوں کی بنیاد پر ہوئی اور مقامی لوگ جو کالے تھے ان کو کمینے، بدصورت اور ذلیل قرار دے دیا گیا"۔(17)

دراصل معاشرے کی یہ تقسیم آریاؤں کے نظامِ فکر و نظر کا ثبوت ہے جس نے ہندی تہذیب میں اتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا۔

۴۔ سماجی اقدار

تہذیب کی بناوٹ اور اس کے نکھار میں سماجی اقدار کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ کسی معاشرے کی سماجی اقدار ہی اس کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ ہر معاشرے کی اپنی کچھ قدریں ہوتی ہیں۔ ان قدروں کی عزت اور اہمیت اس معاشرے میں اس قدر ہوتی ہے کہ کوئی بھی ان میں قطع برید برداشت نہیں کر سکتا۔ شادی بیاہ اور موت کے موقع پر سامنے آنے والے رواج یا رسومات دراصل اس معاشرے کی اقدار ہیں۔ اسی طرح مہمانوازی کے طور طریقے معاشرتی اقدار کی ذیل میں آتے ہیں۔ انہی معاشرتی اقدار سے ایک تہذیب وجود پاتی ہے۔ مثلاً اسلامی تہذیب و ثقافت کی ایک عام اور مضبوط قدر ہے کہ جب مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو السلام وعلیکم کہتے ہیں۔ سلام کرنے کی یہ قدر دنیائے اسلام میں مشترک بھی ہے اور اس پر پابندی سے عمل بھی جاری ہے۔ ان معاشرتی اقدار میں انسان کی اخلاقیات اور اس کے نظریات کا بھی شمار ہوتا ہے۔ کسی معاشرے کی اخلاقیات اور وہ ضابطے جو بزرگوں نے قائم کر رکھے ہیں دراصل وہ معاشرتی اقدار ہیں جو تہذیب کے بننے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ان سماجی اقدار میں روز و شب کے معاملات، رشتہ داروں سے ملنے جلنے کے طور طریقے، مہمانوازی، شادی اور موت کے موقع پر سامنے آنے والے عوامل، دوستیاں، محبتوں کے رشتے، خاندانوں کا مل کر رہنا، سب کچھ آتا ہے اور ان تمام امور میں اصلاح، تہذیب ہے۔

گزشتہ تمام بحث سے ثابت ہوا کہ تہذیب ابتدائی طور پر ثقافت، کلچر اور تمدن کا مجموعہ ہے۔اس کے علاوہ بھی جو عناصر ترکیبی ہیں وہ تہذیب کے بننے اور پنپنے میں کار فرماہیں۔ جغرافیائی یا طبعی حالات، سیاسی وسماجی حالات، افکار و نظریات، نظام فکر واحساس، یہ وہ تمام عوامل ہیں جن سے مل کر ایک تہذیب وجود میں آتی ہے اور وہ تہذیب اس قوم کی پہچان کا سبب ہوتی ہے۔

حوالہ جات

1. احمد دہلوی، سید، فرہنگِ آصفیہ (جلد چہارم)، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص۱۱۱۸
2. فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات، فیروز اینڈ سنز لمیٹڈ، لاہور، اشاعت ہفتم، ۲۰۱۶ء، ص ۴۲۲
3. جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر۔ قومی کلچر کی تشکیل کا مسئلہ، فضل سنز، کراچی، طبع اول، ۱۹۸۵ء، ص ۴۱
4. احسان اکبر، اقبالیات (جلد اول)، سگما پریس، راولپنڈی، ۱۹۸۸ء، ص ۱۱
5. جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر۔ قومی کلچر کی تشکیل کا مسئلہ، ص ۴۱
6. ایضاً، ص ۴۲
7. ایضاً، ص ۴۳
8. زبیر رانا، داستانِ ثقافت (جلد اول)، مصباح سنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۳
9. ایضاً، ص۱۷
10. فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات، ص
11. جمیل جالبی، ڈاکٹر، نئ تنقید، رائل بک کمپنی، کراچی، اشاعت اول ۱۹۸۵ء، ص۳۱۹
12. سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، مکتبہ دانیال، کراچی، اشاعت ششم، ۱۹۹۱ء، ص ۱۳
13. عطش درانی، اسلامی فکر و ثقافت، مکتبہ عالیہ، لاہور، اشاعت اول، ۱۹۸۰ء، ص ۳۸
14. سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، ص۲۵-۲۶
15. ایضاً، ص۲۶
16. عبدالحمید وانی، بحوالہ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، از سبط حسن، ص۵۸-۵۹
17. زبیر رانا، داستانِ ثقافت (جلد اول)، ص۴۸

References

1- Ahmed Dehlvi, Syed ,firhang e Asfia (jildchaharrum), Mushtaq Book Corner, Lahore, 2015, pg. 1118

2- FerozeUddin, Moulvi, Ferozeullughat, Feroze& Sons limited, Lahore, Ishaat : haftum, 2016, pg. 422

3- JameelJaalbi, Dr, Pakistani culture_ Qaumi culture kitashkeelkamasla, Fazal sons, Karachi, tabaawwal, 1985, pg.41

4- Ahsaan Akbar, Iqbaliyaat (jildawwal), Sigma press, Rawalpindi, 1988 pg.11

5- JameelJaalbi, Dr, Pakistani culture_ Qaumi culture kitashkeelkamasla, pg.41
6- ibid pg. 42
7- ibid pg.43
8- ZubairRaana, Daastan e Saqaafat(jildawwal), Misbah sons, Lahore, 1988), pg.13
9- ibid pg. 17
10- MoulviFerozeUddin, Ferozeullughat, pg.
11- JameelJaalbi, Dr, Naayetanqeed, Royal book company, Karachi, Ishaatawwal 1985), pg.319
12- Sibt e Hasan, Pakistan main tehzeebKaIrtiqaa ,MaktabaDaaniyal , Karachi, Ishaatshishum, 1991, pg. 13
13- AtashDurrani, Islaamifikr o Saqaafat , MaktabaAaliya, Lahore, Ishaatawwal, 1980, pg.38
14- Sibt e Hasan, Pakistan main tehzeebKaIrtiqaa, pg. 24- 25
15- ibid pg.26
16- Abdul HameedWaani, bahaawala Pakistan main tehzeebKaIrtiqaa, azSibt e Hasan, pg. 58-59
17- ZubairRaana, Daastan e Saqaafat (jildawwal), pg.48